بہرطور اس چیز کو محسوس کرنا ضروری ہے کہ ہماری سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ تعلق مع اللہ کی صحیح کیفیت حاصل ہو جائے، لیکن وائے افسوس کہ آج اسی سے ہم سب غافل ہیں اور بہت زیادہ! اس کے لئے محض کتابی مطالعہ اور تفکر و تدبر کافی نہ ہوگا بلکہ کسی "مزکّی" اور "صاحبِ احسان" سے وابستگی بھی ایک طرح کی لازمی ضرورت ہے۔ اس کا احساس مولانا ثناء اللہ اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے اہلِ حدیث بزرگوں کو بھی تھا۔ جنہوں نے بعض لوگوں کو مولانا تھانوی سے اس سلسلہ میں رابطہ کا مشورہ دیا اور مولانا بٹالوی نے تو فرمایا کہ چالیس سال کے تجربہ کے بعد اس کی اہمیت و ضرورت الم نشرح ہوگئی، ہاں یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص سلاسل اربعہ میں سے کسی کا اہتمام کرے، اصل اہتمام اس کاوش کا چاہیئے! چنانچہ مولانا تھانوی ہی کے تذکرہ میں ہے کہ ایک اہلِ حدیث دوست ان سے بیعت ہوئے۔ حضرت کے بتلائے ہوئے معمولات بھی پورے کرتے، خدمت میں حاضری بھی دیتے لیکن انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ سلاسل اربعہ میری سمجھ میں نہیں آتے، حضرت نے فرمایا، کوئی حرج نہیں ان کا سمجھنا بھی ضروری نہیں، ہاں اس لائن کو چھوڑنا صحیح نہیں۔ چنانچہ وہ باقاعدہ تعلق قائم کرکے سرگرم عمل رہے۔ حضرت مولانا سید داؤد غزنوی قدس سرہٗ کے متعلق حتماً تو نہیں کہہ سکتا لیکن بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الشیخ شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ سے باقاعدہ تعلق تھا۔

اس کی وجہ بقول ایک معرفت شناس یہ ہے کہ اصلاح کا کام دل کے ساتھ ہے۔ دل کی بیماریوں کا قصہ جسم کی بیماریوں کی طرح ہے، جسم کے علاج کے لئے معالج لازم ہے تو یہاں بھی لازم ہے۔ بلکہ جسم سے بڑھ کر، کیونکہ جسم کی بیماری کا بالعموم انسان کو خود بھی پتہ چل جاتا ہے لیکن دل کا معاملہ دگرگوں ہے۔

اس موقع پر مستری محمد صدیق صاحب بٹالوی مرحوم کے حوالہ سے ایک واقعہ بھی نقل کر دینا لازم ہے کہ مستری صاحب نے تبلیغی جماعت اور مولانا مودودی کے باہم اتحاد کی فکر کی، مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و خادم مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس سلسلہ میں مولانا مودودی سے ملاقاتیں اور مولانا مودودی کا میوات کے تبلیغی سفر پر جانا ایک امر واقعہ ہے، اس کے بعد مولانا مودودی نے اپنے رسالہ میں تبلیغی جماعت کے سلسلہ میں ایک نہایت ہی اچھا آرٹیکل لکھا۔ مولانا احتشام الحسن نے اسی موقع پر مولانا مودودی کی توجہ اس طرف دلائی کہ ذرا کسی شیخ سے رابطہ کریں۔ مولانا مودودی نے اس کو تسلیم کیا اور انہی سے مشورہ کیا تو انہوں نے بعض حضرات کے اسمائے گرامی بتائے۔ جن میں سے دو بزرگوں مولانا رائے پوری اور شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ میں سے ایک کے

ساتھ مولانا نے تعلق جوڑنے کی حامی بھر لی ۔ لیکن افسوس کہ ان کے بعض جماعتی احباب نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا، ایسا ہو جاتا تو ان کے کام کے رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہوتے ۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ـــــ اصل اس ضرورت کا احساس دلانا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کے لئے اتنا کچھ کافی ہے

حرفِ آخر کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرنا چاہتا ہوں جس میں آپؐ نے فرمایا :

اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ ، خَشْیَۃُ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ ، وَکَلِمَۃُ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا ، وَالْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَا ، وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ ، وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ ، وَاَعْفُوَ عَنْ ظَلَمَنِیْ ، وَاَنْ یَکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا ، وَنُطْقِیْ ذِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَۃً ۔

یعنی میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم فرمایا : کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ، غضب کی حالت ہو یا خوشی و رضا کی ہر حال میں انصاف کرنا ۔ فقر کی حالت ہو یا امیری کی ، راستی و اعتدال پر قائم رہنا ، جو مجھ سے کٹے اس سے جوڑنا ، جو مجھے محروم کرے اسے دینا ، زیادتی کرنے والے کو معاف کرنا ، یہ کہ میری خاموشی تفکر کی خاموشی ہو ، میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو اور میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو ۔

ہمارا طالب علمانہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی علیہ السلام نے ان چند جملوں میں "احسان کی روح" ذکر فرمادی ، رب کریم اپنے کرم بے پایاں سے ہمارے قلوب کی حالت درست فرمادے ان کی اصلاح کی بھرپور فکر کی ہمیں توفیق دے ۔

اَللّٰھُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ ۔ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰی طَاعَتِکَ

آمین ، بحرمۃ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لئے اشاعت کی جاتی ہیں ۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے ۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں ـــــ !

اُمّتِ مُسلمہ کے لیے لائحۂ عمل (آخری قسط)

(سُورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ کی روشنی میں)

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

اب آئیے پھر اسی حدیث کی طرف جس کا اختتام ہوتا ہے اس وعید پر : وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ ۔ یہ ہے نہی عن المنکر کی اہمیت ۔ وقت کی کمی کے باعث بڑی تیزی سے چند نکات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا کے اپنی بات ختم کر دوں گا ۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تینوں میں سے کون سا درجہ اختیار کیا! کیا صرف دل سے جہاد کیا ! یا صرف زبان سے جہاد کیا ! یا طاقت سے بھی کیا ! ــــ سب سے اونچا درجہ تو طاقت کا ہے ۔ محمد رسول اللہ ؐ اور اُن کے صحابہ کرام رضؓ نے یہ جہاد طاقت سے کیا ۔ لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ طاقت سے کیسے کیا ؟ طاقت کا استعمال کس طور پر فرمایا ! بطور مفروضہ عرض کرتا ہوں کہ حضورؐ نے طاقت کا استعمال اس طرح نہیں کیا جب آپؐ نے دعوت شروع کی تو جو بیس پچیس سعید روحیں آپؐ پر ایمان لے آئی تھیں ، ان کا ایک چھوٹا سا جیتھہ حضورؐ بناتے اور انہیں حکم دیتے کہ رات کی تاریکی میں چھپ چھپا کر جاؤ اور کعبہ شریف میں رکھے ہوئے سارے بت توڑ دو ۔ کر سکتے تھے یا نہیں ! ــــ کر سکتے تھے ، عملاً ممکن تھا ۔ وہاں کعبہ کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی بریگیڈ آرمی اور مسلح پہرہ نہیں ہوتا تھا ۔ ایک مرتبہ جا کر صحابہ کرامؓ تمام بتوں کو توڑ سکتے تھے ۔ یہ مکہ میں سب سے بڑا منکر تھا کہ نہیں ؟ لیکن حضورؐ نے اسے برداشت کیا ۔ کیوں کیا ؟ اس لئے کہ پہلے ایک معتد بہ افراد کی ایک جمعیت فراہم کی جائے ۔ ایک طاقت فراہم کی جائے ، فدائین اور تربیت یافتہ جاں نثاروں کی ایک جماعت تشکیل دی جائے ۔ یہاں تربیت سے مراد عسکری تربیت نہ لے لیجئے گا ۔ اس سے مراد ہے روحانی و اخلاقی تربیت جس کے لئے ہمارے دین کی اصطلاح ہے تزکیہ ــــ ایک کام

کرنے کے بعد اسے برقرار رکھنا یہ ہے اصل شے، یہ ہے اصل کام ۔ ایک مرتبہ کعبہ کے تمام بتوں کو توڑ دینا اصل کام نہیں ہے ۔ توڑنے کے بعد توحید کا نظام پھر برقرار رہے ۔ یہ کام کرنے والی طاقت و قوت پھر قائم رہے ۔ جب تک یہ شکل پیدا نہیں ہوگئی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اقدام نہیں فرمایا۔ توحید کی بذریعہ قرآن دعوت و تبلیغ فرمائی۔ جو لوگ ایمان لائے انہیں منظم کیا۔ ان کی تربیت کی، ان کا تزکیہ فرمایا۔ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا ۔ ان میں دین کے لئے تن من دھن لگا دینے کا ایک عزم مصمم پیدا کیا ۔ پھر ان کے اندر ایک ڈسپلن پیدا کیا کہ جو حکم دیا جائے مانیں۔ چنانچہ قریباً بارہ برس تک مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم تھا ! یہ کہ مسلمانو ! تمہارے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تب بھی تمہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے ۔ خبابؓ ابن ارت کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے ۔ لیکن مسلمانوں کو مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ کیا مسلمان بے غیرت تھے! معاذ اللہ ۔ خاص طور پر میں جب سوچتا ہوں تو مجھ پر جھرجھری طاری ہو جاتی ہے کہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے شہید کیا ہے اور کس طرح شہید کیا ہے! کس قدر کمینگی کے ساتھ انہیں ایذائیں پہنچائی ہیں ۔ ماں کو جوان بیٹے کے سامنے ننگا کیا ہے ۔ پھر جو کچھ کیا ہے میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر جب شہید بھی کیا ہے تو تاک کر انؓ کی شرم گاہ میں اس طرح برچھا مارا ہے کہ پشت سے آر پار ہوگیا تھا ۔ یہ سب کچھ مجمع عام میں ہو رہا ہے اور اس وقت تک کم سے کم تیس چالیس مسلمان موجود تھے اور ان میں سے ہر ایک دس دس ہزار کے برابر تھا سوچیئے کہ کیا یہ تیس چالیس مسلمان معاذ اللہ بے غیرت تھے ! ان لوگوں کو نظر نہیں آرہا تھا کہ ہماری ایک بہن، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والی کے ساتھ ابوجہل یہ بہیمانہ سلوک کر رہا ہے ۔ اگر انہیں اجازت ہوتی تو کیا وہ ابوجہل کی تکا بوٹی نہ کر دیتے! لیکن اجازت نہیں تھی ۔ کبھی سیرت مطہرہ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آل یاسر پر جو تین افراد پر مشتمل گھرانہ تھا۔ حضرت یاسرؓ ان کی اہلیہ حضرت سمیہؓ اور ان کے بیٹے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ابوجہل نے جو مسلسل ستم ڈھا رکھا تھا تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سامنے سے گزرتے تھے تو خود تلقین فرماتے تھے: —

اِصْبِرُوْا یَا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ الْمَوْعِدَ ةَ الْجَنَّةُ "اے یاسر کے گھرانے والو! صبر کرو اس لئے کہ تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے" —— حضورؐ نے قریباً بارہ برس تک یہ تربیت دی ہے ۔ یہ تربیت کس بات کی تھی! ایک طرف اپنے موقف پر ڈٹے رہو، قدم پیچھے نہ ہٹے ۔ لیکن دوسری طرف تمہارا ہاتھ نہ اٹھے، جھیلو اور برداشت کرو۔ اگر جان چلی جائے تو فہوا المطلوب۔ شہید ہوگئے تو فَاِنَّ الْمَوْعِدَةَ الْجَنَّةُ ۔ اس طرف تمہاری آنکھ بند ہوئی ادھر جنت میں تمہارا داخلہ ہوگیا ۔ سورۂ یٰسین تو آپ پڑھتے

ہی ہوں گے وہاں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب رسولوں کی تصدیق کرنے والے شخص نے یہ کہا تھا: اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ تو فوراً انہیں شہید کر دیا گیا۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ صرف نتیجہ جو نکلا اسے بیان کر دیا: قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ ط قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ○ جیسے شہید ہوئے جنت میں داخلہ کا انہیں پروانہ مل گیا اور انہوں نے کہا کہ کاش میری قوم کو میرے اس اعزاز کا علم ہوتا — چونکہ ان کی قوم کی آنکھوں پر تو پردے پڑے ہوئے تھے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ میں نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے میرے رب نے حساب کتاب کے بغیر بخش دیا۔ میرے تمام گناہ معاف کر دیئے اور مجھے اعزاز و اکرام پانے والوں میں شامل فرمایا۔ تو جن لوگوں کو بھی شہادت نصیب ہو جائے لاریب وہ اپنے مطلوب کو پاگئے۔

پس میں آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ منکرات کا استیصال جو طاقت کے ساتھ ہے، قوت کے ساتھ ہے "بِیَدِہٖ" ہے، اس کا ایک method ہے، اس کا ایک طریقہ ہے۔ وہ طریقہ ہمیں سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لینا ہوگا۔ وہ وقت بھی آیا کہ حضورؐ نے طاقت کو استعمال فرمایا اور آپؐ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ غزوۂ بدر میں سپہ سالار کون تھے! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ احد میں سپہ سالار کون تھا! وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ میدانِ اُحد میں مورچہ بندی کون کرا رہا تھا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن طاقت کے استعمال کے مرحلہ سے پہلے کے جو مراحل ہیں، انہیں ملحوظ رکھنا اور انہیں طے کرنا ضروری ہے۔ وہ مراحل ہیں کہ قرآن مجید کی دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے پہلے ایک جمعیت فراہم کی جائے۔ اس میں وہ افراد شریک ہوں جو شعوری طور پر تقویٰ، اطاعت اور فرمانبرداری کی روش اختیار کریں۔ تکمیل کی بات میں نہیں کر رہا — تکمیل تو موت تک نہیں ہوگی۔ لیکن یہ ہو کہ فیصلہ کر کے ایک عزمِ مصمم کے ساتھ تقویٰ اور اسلام کی راہ پر چل پڑے ہوں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ — پھر وہ باہم جڑیں، باہم مربوط ہوں: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ط پھر ان کی آپس کی محبت مثالی محبت ہو۔ وہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کا کامل پیکر ہوں اور ان کا حال یہ ہو: وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط اور وہ اپنی جانوں سے اپنے مسلمانوں بھائیوں کی ضروریات کو مقدم رکھتے ہوں چاہے اپنے اوپر فاقے گزر رہے ہوں۔ ان کی محبتیں ایسی ہوں کہ ایک زخمی کراہ رہا

ہے۔ جان نکلنے کے قریب ہے۔ اور پکار رہا ہے العطش العطش۔ پانی کا پیالہ ان کے پاس لایا جاتا ہے کہ دوسرے بھائی کی آواز آجاتی ہے العطش العطش۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی پلاؤ۔ پیالہ وہاں پہنچتا ہے کہ تیسرے زخمی کی آواز آتی ہے العطش العطش، وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی پہنچاؤ۔ پیالہ تیسرے کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے۔ پیالہ دوسرے کے پاس واپس آتا ہے تو ان کا دم بھی نکل چکا ہوتا ہے۔ اب پیالہ پہلے زخمی کے پاس لایا جاتا ہے۔ تو ان کی روح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی۔ ایک طرف یہ ایثار اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی یہ شان اور دوسری طرف یہ رویہ اور کیفیت : فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا سنو اور اطاعت کرو — System and obedience۔ اگر یہ ڈسپلن نہیں تو یہ جماعت نہیں Mob ہے۔ یہ حزب اللہ نہیں ہے۔ ایک ہجوم ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اقبال نے اسی فرق کو واضح کیا ہے۔ آپ نے بھی عید منائی ہے۔ زیادہ دن نہیں ہوئے [1]

عیدِ آزاداں شکوہ ملک و دیں عیدِ محکوماں ہجومِ بے یقیں!!

یہ ہجوم ہوتا ہے چاہے دو لاکھ کا مجمع ہو۔ کوئی نظم، کوئی ڈسپلن، کوئی کسی کا حکم سننے والا اور ماننے والا مفقود — ہر شخص اپنی جگہ گویا سقراط و بقراط ہے۔ کوئی کسی کی بات سننے والا اور ماننے والا نہیں۔ اس ہجوم سے کوئی مثبت اور نتیجہ خیز کام نہیں ہوتا۔ یہ کام ہو گا تو ایک منظم جماعت کے ذریعے ہی انجام دیا جا سکے گا۔

اسی بات کو نہایت تاکیدی اسلوب سے اس آیت مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے : وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "تم میں سے لازماً ایک گروہ، ایک جماعت، ایک (چھوٹی) امت ایسی ہونی چاہیے جس میں شامل لوگ خیر کی طرف دعوت دینے، پکارنے اور بلانے والے ہوں۔ نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے والے ہوں — امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زبان سے تو ہر وقت ہو سکتا ہے۔ صرف انسان کے اندر جرأت کی ضرورت ہے۔ جس بات کو حق اور صحیح سمجھے اسے بیان کرے۔ اسی لئے تو فرمایا گیا کہ : اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ منکرات کے خلاف سلطانِ جائر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں افضل الجہاد کہا ہے اور

---

[1] یہ خطاب ۷ شوال المعظم ۱۴۰۵ھ کو ارشاد کیا گیا تھا (مرتب)

جان لیجئے کہ اس دور میں اصل سلطان عوام الناس ہیں جن کے ووٹوں سے اقتدار کسی پارٹی کے سپرد ہوتا ہے۔ بقول علامہ اقبال یہ "سلطانیٔ جمہور" کا زمانہ ہے۔ اس لئے نہی عن المنکر کا ایک رُخ ارباب اقتدار کی طرف ہونا چاہیئے۔ اس سے کہیں شدّ و مد کے ساتھ اس کا رُخ معاشرہ کی طرف ہونا چاہئے۔ اگر نہی عن المنکر سے پہلو تہی ہوگی، اعراض ہوگا تو اس کا دو کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہوسکتا یا بزدلی ہے یا بے ہمتی ہے۔ باقی اور کوئی شکل نہیں ہوسکتی۔ مزید یہ بات بھی جان لیجئے کہ امر بالمعروف بہت آسان کام ہے۔ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا، نصیحت کرنا۔ اعمالِ صالحہ کے فضائل بیان کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان کی بھی اہمیت ہے کون ہے جو اس سے انکار کرے گا! اس کے ذریعے سے کچھ لوگ انفرادی طور پر نیکوکار بن جائیں گے۔ لیکن معاشرہ ہرگز تبدیل نہیں ہوگا جب تک منکرات کے خلاف جماعتی سطح پر منظّم محنت، سعی و کوشش، جد وجہد بلکہ خالص دینی اصطلاح میں جہاد نہ ہو۔ اور واقعی یہ مشکل کام ہے، جان جوکھوں کا کام ہے۔

لہٰذا اس جہاد کے لئے جس کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کو نبی اکرمؐ نے جہاد بالید یعنی طاقت کے ساتھ جہاد قرار دیا ہے: فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ اس کے لئے ضروری ہوگا پہلے ایک جماعت کی تشکیل اور اس کا وجود۔ جس میں شامل لوگوں میں ایک طرف تقویٰ اور فرمانبرداری کے اوصاف ہوں اور وہ اس روش پر کاربند ہوں۔ دوسری طرف اعتصام و تمسک بالقرآن کا عمل ہو اور تیسری طرف اس جماعت کے لوگ باہم نہایت محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لئے ایثار کرنے والے ہوں۔ اور آخری بات یہ کہ سمع و طاعت کے نظم کے ساتھ ایک امیر کی اطاعت فی المعروف کو اپنے اوپر لازم، واجب بلکہ فرض سمجھنے والے ہوں — اس کام کے لئے جو جماعت درکار ہے اس کے اوصاف کی رہنمائی ہمیں اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت حارث الاشعریؓ سے مروی ہے اور جسے امام احمد ابن حنبل اور امام ترمذی رحمہما اللہ بالترتیب اپنی 'مسند' اور اپنی 'جامع' میں لائے ہیں۔ اس حدیث کو میں نے شروع میں سورۂ آل عمران کی تین آیات کی تلاوت اور دو حدیثیں سنانے کے بعد آخر میں آپ کو سنایا تھا۔ حضرت حارث الاشعریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ: بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ "میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں: التزامِ جماعت کا، سمع و طاعت کا، اور اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کا" — ایک دوسری روایت میں 'اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ' کے بعد الفاظ آتے ہیں: اَللّٰهُ اَمَرَنِيْ بِهِنَّ "اس کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے"، یعنی میں تم کو یہ حکم اللہ کے حکم کی تعمیل میں دے رہا ہوں۔ اس حدیث میں 'ہجرت و

جہاد' کی جو اصطلاحات آئی ہیں ان کے وسیع تر معانی و مفاہیم کی میں آگے مختصر تشریح و توضیح کروں گا
وسط رمضان میں " رو برو " کے ٹائیٹل کے تحت میرا ایک انٹرویو نشر ہوا تھا ۔ بہت سے حضرات اسے دیکھ نہ پائے ہوں گے ۔ چونکہ نہ تو اس کے پہلے سے اعلان کا خاص اہتمام کیا گیا تھا پھر وقت بھی وہ رکھا گیا تھا جو کاروباری حضرات کے لئے فارغ نہیں ہوتا ۔ مزید یہ کہ رمضان المبارک میں ہمارے اکثر دینی گھرانے ٹی وی دیکھنا بند کر دیتے ہیں ۔ بہرحال اس انٹرویو میں، میں نے اپنے موقف کے اظہار کے لئے جو کچھ عرض کیا تھا وہ وقت کی تنگی کے باعث مجمل بھی تھا اور مختصر بھی ۔ اس لئے جن حضرات نے یہ پروگرام دیکھا ہوگا، ان میں سے اکثر کے ذہنوں میں اشکالات پیدا ہوئے ہوں گے چونکہ نئی سی باتیں تھیں لہٰذا سمجھنے سمجھنے کچھ وقت لگے گا ۔ وہاں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ موجودہ دور میں جہاد یا بالفاظ دیگر انقلابی اقدام کی عملی شکل کیا ہوگی؟ وہاں میں نے اس کا جو جواب دیا وہ قدرے تفصیل سے ابھی عرض کروں گا ۔ یہ صحیح ہے کہ یہ کہتے رہنا کہ 'نہی عن المنکر' ہونا چاہئے ۔ اس کہنے سے تو منکرات ختم نہیں ہوں گے سوال یہ ہے اور بالکل صحیح سوال ہے کہ یہ کیسے ہوگا ؟ اس کی عملی صورت اور عملی طریق کار کیا ہے ؟! نعرے ہیں اور بہت بلند بانگ ہیں کہ 'اسلامی انقلاب' آنا چاہئے ۔ لیکن آئے گا کیسے ! کیا انتخابات کے ذریعے سے آئے گا ؟ کیا مارشل لا کے ذریعے سے آئے گا ؟ اڑتیس سال کی تاریخ ان دونوں ذرائع کی نفی اور ناکامی پر شاہد ہے ۔ حالیہ انتخابات کا نتیجہ بھی جلد آپ کے سامنے آجائیگا ۔ کہ اس کے ذریعہ سے کتنا اسلام آتا ہے[1]! میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس راستہ سے اسلام نہیں آسکتا ۔ یہ ضرور ہے کہ یہ راستہ بہرحال مارشل لاء سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ اس ملک کے باشندوں کا نظام حکومت میں کچھ نہ کچھ حصّہ (Participation) تو ہو جاتا ہے ۔ اس طرح مختلف صوبوں اور مختلف طبقات کے اندر احساس محرومی میں کچھ نہ کچھ کمی واقع ہوتی ہے اور ان کو کسی نہ کسی درجے میں اطمینان ہوتا ہے کہ ہماری بھی کوئی SAY ہے ۔ اگرچہ تاحال مارشل لاء کی چھتری تلے بلکہ انگوٹھے تلے وفاقی اور صوبائی اسمبلیاں اور تشکیل شدہ حکومتیں ہیں لیکن بہرحال انتخابی سیاست کا کسی نہ کسی درجہ میں عمل شروع

---

[1] موجودہ حکومت کی طرف سے بجٹ کے ساتھ 'کالے دھن' کو 'سفید دھن' بنانے کے لئے Bonds کی جو اسکیم سامنے آئی ہے اس کے متعلق ایک ان پڑھ مگر ذہین شخص بھی بتا سکتا ہے کہ یہ خالص سودی اسکیم ہے ۔ نیز یکم جولائی ۸۵ء سے Banking کے جس غیر سودی نظام کے اجرا کے بلند بانگ دعوے کئے گئے ہیں ان کے متعلق اکثر علماءِ حقانی اور دین دوست ماہرین اقتصادیات کی متفقہ رائے ہے کہ سودی نظام جوں کا توں برقرار ہے ۔ صرف لیبل بدل دیئے گئے ہیں ۔ (مرتب)

تو ہوا ہے جو ایک اچھی علامت ہے ۔ اس لئے کسی نہ کسی حد تک ان اندیشوں میں کمی واقع ہوئی ہے کہ ملک کسی بے قابو انتشار میں مبتلا ہو جائے جس کے بڑے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں ۔۔۔ لیکن اسلام اس راستے سے نہیں آئے گا ۔ میں نے "رودید" میں جناب صلاح الدین صاحب کے جواب میں عرض کیا تھا کہ دو چیزوں کو گڈمڈ نہ کیجئے ۔ ایک ہے کسی انسان کا زندہ رہنا اور ایک ہے کسی کا مسلمان بننا ۔ ان دونوں کے تقاضے بالکل جدا ہیں ۔ زندہ رہنے کے لئے اسے غذا چاہیئے، پانی چاہیئے، ہوا چاہیئے ۔ ہوا آپ روک دیں گے تو منٹوں میں ختم ۔ پانی نہ کا تو شاید چار پانچ روز گزار جائے ۔ غذا رُک جائے تو شاید ہفتہ دس دن کاٹ جائے ۔ لیکن بہرحال موت آئے گی اگر ان تینوں چیزوں میں سے کوئی بھی آپ بند کر دیں ۔ اسی طرح اگر کسی ملک میں سیاسی عمل روک دیا جائے اور غیر محدود عرصہ کے لئے مارشل لا رچلتا ہے تو اس ملک کے لوگوں میں احساسِ محرومی بھی بڑھتا ہی چلا جائے گا جو اس ملک کے استحکام بلکہ بقا کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے ۔ لیکن مسلمان بننے کے لئے ایمان چاہیئے ۔ تھوڑا سا بھی ایمان ہو، تب ہی تو انسان عمل کرے گا یا عمل کی کوشش کرے گا ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے آخر قرآن میں خطاب ہے اہلِ ایمان ہی کو تو تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے : اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اب اگر کسی معاشرے میں ایمان ہوگا، تقویٰ ہوگا، اسلام ہوگا ۔ جب ہی تو اسلام بطور نظام آ سکے گا ۔ لیکن یہ اساسات ہی کمزور ہوں تو اسلام انتخابی راستے سے نہیں آ سکے گا ۔ آپ لاکھ کہتے رہیئے کہ یہ نہ کیجئے، وہ نہ کیجئے اور خوشامدیں کرتے رہیئے ۔ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا ۔ آج سے قریباً تین سال پہلے ۲۳ مارچ کا دن آنے والا تھا، جسے 'یوم پاکستان' کے نام سے ہر سال دھوم دھام سے منایا جاتا ہے ۔ میں ۲۳ مارچ سے چند دن پہلے عمرہ کے لئے جانے والا تھا کہ مجھے لاہور کے ایک گرلز کالج کی پرنسپل صاحبہ کا فون آیا کہ آپ نے کبھی سوچا نہیں کہ ۲۳ مارچ اور ۱۴ اگست کو جوان لڑکیوں کی سڑکوں پر پریڈ ہوتی ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے سڑکوں پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوتے ہیں ۔ جوان لڑکیاں سینہ تان کر پریڈ کرتی ہیں ۔ آپ کو یہ نظر نہیں آتا ۔ اس پر آپ نے کوئی نکیر کبھی نہیں کی"۔ میں واقعی حیران ہوا کہ کیوں میری توجہ اس طرف نہیں ہوئی! میں نے اپنے آپ کو پہلے یہ الاؤنس دیا کہ میں نے آج تک کوئی پریڈ نہیں دیکھی ۔ نہ میرے یہاں ٹی وی ہے کہ اس پر دیکھنے کا کسی طور موقع ملتا ۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اخبارات میں فوٹو تو چھپتے ہیں ۔ وہ تو نظر سے گزرے ہیں ۔۔۔ پھر مجھے افسوس ہوا کہ اتنے بڑے منکر کی طرف میرا دھیان کیوں نہیں گیا ۔ میں دل ہی دل میں نادم ہوا ۔ عمرہ کیلئے

روانگی سے قبل حسبِ معمول مجھے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں جمعہ کی تقریر کرنی تھی۔ آپ میں سے کسی کو اگر وہاں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا ہو تو ان کو معلوم ہوگا کہ وہاں کتنا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ باغِ جناح کے قریب جی۔او۔آر (GOR) ہے۔ لہٰذا بہت سے اعلیٰ گورنمنٹ آفیسرز وہاں آتے ہیں۔ کنٹونمنٹ بھی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے۔ لہٰذا بہت سے اعلیٰ ملٹری آفیسرز بھی وہاں ہوتے ہیں ـــــ تو میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ خدا کے لئے جس کی بھی جناب صدر تک پہنچ ہے وہ یہ بات ان تک پہنچائے کہ یہ بہت بڑا منکر ہے۔ لڑکیوں کی پریڈ کرانی ہے تو قذافی اسٹیڈیم میں کرالیں۔ وہاں پریڈ دیکھنے صرف ہماری مائیں بہنیں بیٹیاں جائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ آپ بچیوں کو ملٹری ٹریننگ دیجئے۔ رائفل ٹریننگ دیجئے۔ جیسے گرلز کالجوں کے گرد اگرد چہار دیواری ہوتی ہے اور عمارتیں باپردہ ہوتی ہیں تو ایسی چہاردیواری والے میدانوں میں بچیوں کو ٹریننگ دیجئے اور قذافی اسٹیڈیم میں ان کی پریڈ کرائیے جس میں مردوں کا داخلہ بالکل ممنوع ہو۔ لیکن ہماری جوان بچیاں پریڈ میں سینہ تان کر چلتی ہیں۔ وہ جھک کر تو نہیں چلتیں۔ نہ وہ ادھیڑ یا بوڑھی ہوتی ہیں۔ یہ بہت بڑا منکر ہے۔ میں اس تقریر کے بعد عمرہ کے لئے چلا گیا۔ واپس آیا تو ۲۴ مارچ تھی۔ میں آپ کے اسی شہر کراچی سے گزرا تھا۔ ۲۴ مارچ کو صبح کے روزنامے شائع نہیں ہوتے۔ مجھے شام کے اخبار ملے۔ آپ تین سال قبل کے شام کے انگریزی اخبار کسی لائبریری میں جاکر دیکھ لیجئے۔ اکثر اخبارات کی سرخیاں (Head Lines) تھیں

"Women prade took place despite the letter of Mian Tufail."

اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ میاں طفیل محمد صاحب نے بھی صدر محمد ضیاء الحق صاحب کو اس بارے میں کوئی خط لکھا تھا۔ اور یہ میاں صاحب وہ ہیں جنہیں اور صدر صاحب کو بطور مذاق ماموں بھانجا، کہا جاتا ہے۔ گویا اتنا قرب! ـــ اور مارشل لاء کو جماعت اسلامی کا انتہائی ممنونِ احسان ہونا چاہیے کہ وہ مارشل لاء کے خلاف ایجیٹیشن میں نہیں آئی۔ جماعت نے چاہے مارشل لاء کی direct حمایت نہ کی ہو۔ لیکن بالواسطہ تو حمایت (indirect) ہوگئی کہ ایم آر ڈی میں شامل نہیں ہوئی[1]

---

[1] پھر مسلم لیگ اور جماعتِ اسلامی جیسی معروف سیاسی جماعتوں کے نمائندے تھے جنہوں نے مارشل لاء حکومت کے تحت وزارتیں قبول کیں۔ مسلم لیگ نے تو مارشل لاء حکومت میں وزارتیں قبول کرنے والے اپنے اراکین کے خلاف ڈسپلنری ایکشن بھی لیا۔ جماعت نے تو یہ بھی نہیں کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے ارکان نے جماعت کی منظوری اور رضامندی سے وزارتیں قبول کی تھیں۔ (مرتب)

میاں طفیل صاحب کے خط کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ پریڈ ہوئی اور ان لوگوں نے تالیاں بجائیں جو ہمارے ملک میں بے حجابی، بے پردگی اور فحاشی کے علمبردار ہیں۔ اخبارات نے شہ سرخیوں کے ساتھ اس بات کو چھاپا ــــــ گویا اس طرح ان سب دین دوست افراد کا استہزاء کیا گیا جو منکرات کو مٹانے اور معروفات کو فروغ دینے کے داعی اور علمبردار ہیں۔

اب یہ بات جان لیجئے کہ اگر ایک جماعت ایسی ہو کہ جو الیکشن کے لئے ووٹوں کی بھیک مانگتی نہ پھرتی ہو۔ اس طور پر تو معاملہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر ؎ مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج ــــ اگر الیکشن میں کامیاب ہونے والا ایک شخص بھی خراب نکل آئے تو پوری جماعت پر حرف آئے گا یا نہیں! ایک مچھلی پورے تالاب کو گندا کر سکتی ہے۔ ایک کالی بھیڑ پورے گلے کو مشکوک بنا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ جب آپ ووٹ مانگتے ہیں تو لوگوں کے غلط عقائد، غلط اعمال پر تنقید اور نکیر نہیں کر سکتے۔ لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم خلافِ اسلام کام کر رہے ہو، تم حرام خوریاں کر رہے ہو، تم خلافِ قانون کام کر رہے ہو چونکہ انہیں سے تو آپ نے ووٹ لینے ہیں۔ لہٰذا آپ یہ حق باتیں نہیں کہہ سکتے۔ اب اس الیکشن کی اسلام کے حق میں آخری خرابی کی بات بھی سن لیجئے اور اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ جب آپ بھی الیکشن میں اسلام کے نام پر ووٹ مانگیں گے اور کوئی دوسری جماعت بھی اسلام کے نام پر ووٹ مانگے گی تو دو اسلام ہو گئے یا نہیں! تین یا چار جماعتیں اسلام کے نام پر الیکشن میں حصہ لے رہی ہوں تو تین یا چار اسلام ہو جائیں گے یا نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں فرقہ داریت جس شدت کے ساتھ بڑھ رہی ہے اس کا سب سے بڑا سبب اسلام کے نام پر الیکشن لڑنا" ہے۔ ہر گروہ اپنے مخصوص شعائر کا جن کا اسلام سے یا تو سرے سے کوئی تعلق نہ ہو یا اگر ہو تو محض فروعی ہو۔ اس طرح پروپیگنڈہ کرے گا گویا یہی اصل اسلام ہے۔ عوام الناس جن کی عظیم اکثریت حقیقی اسلام سے ناواقف ہے وہ مزید انتشارِ ذہنی میں مبتلا ہوں گے یا نہیں! اور ہمارے خواص، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ پہلے ہی سے دین کے معتقدات و اساسات کے بارے میں تشکیک وریب میں مبتلا ہیں ان جماعتوں کا ساتھ دیں گے یا نہیں جو سیکولر (لادینیت) ذہن کی حامل اور علمبردار ہیں۔ ۷۰ء کے الیکشن میں جس سے زیادہ Fair الیکشن پاکستان میں تاحال کبھی نہیں ہوا۔ یہ نتیجہ سامنے آچکا ہے یا نہیں! لہٰذا میری بات پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیجئے کہ الیکشن کے راستہ سے یہاں اسلام نہیں آئے گا۔ جو حضرات نیک نیتی سے سمجھتے ہیں کہ اس ذریعہ سے اسلام آسکتا ہے اگر ان کی نیتوں میں واقعی خلوص و اخلاص ہے تو وہ لگے رہیں۔ خلوص و حسنِ نیت کا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر ضرور پائیں گے بشرطیکہ اخلاصِ نیت کے ساتھ وہ ان غلط کاموں سے اپنا دامن بچائیں جو الیکشن کا خاصہ بن گئی ہیں جیسے جعلی ووٹنگ، دولوں

کی خریداری، علاقائی، لسانی اور برادری کی عصبیتوں کو ابھارنا وغیرہ وغیرہ۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی صورت میں ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا لیکن ساتھ ہی اس کا بھی یقین ہے کہ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ یہ قوتوں کا صلاحیتوں کا سرمایہ کا محض ضیاع ہوگا۔ اسلام اس راستہ سے آ ہی نہیں سکتا۔ اس الیکشن بازی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جماعتوں کے تحزّب اور تخالف سے ملّی اتحاد میں ایسے رخنے پیدا ہوتے ہیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود ان کا بھرنا ممکن نہیں رہتا۔ یہ تحزّب و تخالف بسا اوقات دائمی نفرت اور عداوت کا رخ اختیار کر لیتا ہے۔ جس کی تباہ کاریوں سے کون ہے جو ناواقف ہوگا۔

پاکستان میں اسلام آئے گا تو اس طور پر کہ اگر کوئی جماعت ہے، معتدبہ افراد پر مشتمل ہے۔ انفرادی طور پر اس کا ہر رکن تقویٰ، اسلام کی روش پہ کاربند ہونے کے لئے دل و جان سے کوشاں ہے۔ حبل اللہ یعنی قرآن مجید سے اس کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہر نوع کے فقہی اختلافات سے اس کا دامن محفوظ ہے۔ وہ ائمہ اربعہ اور محدثین علیہم الرحمۃ کے فقہی اختلافات کو اسلام کا نہیں بلکہ تعبیر کا، استنباط کا، استخراج کا، راجح و مرجوح کا، افضل و مفضول کا فرق سمجھتا ہے اور ان آراء کو مبنی بر قرآن و سنّت تسلیم کرتا ہے۔ وہ جماعت اقتدار وقت کو چیلنج کرے گی کہ منکرات کا کام ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ ہماری لاشوں پر ہوگا۔ منکرات وہ سامنے رکھے جائیں گے جن کے منکر ہونے پر کسی فقہی مکتب فکر کو اختلاف نہ ہو۔ سب اس کو منکر تسلیم کرتے ہوں۔ جیسے بے حیائی ہے، بے پردگی ہے، مردوں عورتوں کے مخلوط اجتماعات میں جوان بچیوں کا سینہ تان کر کھلے عام پریڈ ہے، ہماری بچیوں کا ایئر ہوسٹس کے طور پر نامحرموں کے ساتھ طویل سفر ہے[ل] سودی نظام معیشت ہے۔ یہ ہے اصل طریق کار۔ یہ ہے ایک مسلمان حکومت کے اندر من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ کے فرمانِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک نوع کی تعمیل کی کوشش۔ کیا آج دنیا میں لوگ اپنے سیاسی حقوق کے لئے یہ نہیں کرتے! یہ ایجی ٹیشن کیوں ہوتا ہے! یہ مظاہرے کیوں ہوتے ہیں! صرف سیاسی حقوق کے لئے۔ یا صرف کسی دنیاوی سہولت کیلئے۔ لیبر یونینیں اپنی اجرت بڑھوانے اور دوسری مراعات حاصل کرنے کے لئے مظاہرے کرتی ہیں یا نہیں! لیکن صرف دین کے لئے، نہی عن المنکر کے لئے Demonstration یعنی طاقت کا پُرامن مظاہرہ کہ یہ منکر کام ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ طریقہ پانسہ پلٹ کر رکھ دے گا۔

[ل] حیرت ہے فریضۂ حج کیلئے عورت کیساتھ محرم کی شرط حکومت نے قائم رکھی ہے اور یہ صحیح ہے لیکن ایئر ہوسٹس کے نامحرموں کے ساتھ طویل سفر پر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایں چہ بوالعجبیست! (مرتّب)

اس کا کیا نتیجہ نکلے گا! دو ہی شکلیں ہیں۔ یا حکومتِ وقت پسپائی اختیار کرے گی[1] بشرطیکہ اس جماعت کی طرف سے صاف صاف DECLARE ہو یعنی اعلان ہو کہ ہم کسی اقتدار کے طالب نہیں، ہم کسی طبقاتی مفاد کے خواہاں نہیں۔ ہم صرف اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو دین کی رُو سے منکرات ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے۔ اس کے لئے مظاہروں اور پکٹنگ کے لئے میدان میں آئیں۔ البتہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ سب کچھ پُرامن ہو۔ یہ نہیں کہ آپ نے ٹریفک سگنل توڑ دیئے، ایک چلتی بس ٹھہرائی اور اس کے ٹائروں سے ہوا نکال دی۔ اس سے کیا حاصل ہوا! ۔ اس بس کے جو ساٹھ ستّر مسافر تھے ان کو آپ نے تکلیف پہنچائی۔ نہ معلوم کس کو کتنی دور جانا تھا! — یا سرکاری املاک اور خاص طور پر سرکار کے زیرِ انتظام چلنے والی بسوں کو آگ لگا دی۔ معاذ اللہ! وہ بس کسی کے باپ کی نہیں تھی اس غریب قوم کی تھی جس کا ایک ایک بال بیرونی قرضوں میں بندھا ہوا ہے۔ آپ نے سرکاری املاک اور بسوں کو نقصان پہنچا کر اور جلا کر اس غریب قوم پر قرضوں کے بار میں مزید اضافہ کر دیا۔ حکومت یہ کرے گی کہ کوئی نیا غیر ملکی قرضہ لے گی اور اس نقصان کو پورا کر لے گی۔ نتیجہ یہ کہ قوم قرضوں کے بوجھ تلے مزید دب جائے گی پھر پولیس کی کوئی لاری یا ٹرک آیا تو اس پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ نتیجہ! یہ کہ پولیس والے جو آپ ہی کے بھائی بند ہیں، آپ کے خلاف مشتعل ہو گئے — اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھئے۔ بارہ برس تک مکّہ میں حضورؐ پر اور خاص طور پر آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تشدّد ہوا۔ لیکن کسی نے ہاتھ تک نہیں اٹھایا۔ انہیں مارا گیا، ایک مومن خاوند و بیوی حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ نہایت بہیمانہ طور پر شہید کر دیئے گئے۔ حضرت بلالؓ سفاکانہ طور پر مکّہ کی سنگلاخ اور تپتی زمین پر اس طرح گھسیٹا گیا۔ جیسے کسی مردہ جانور کی لاش کو گھ

---

[1] یاد ہو گا کہ اسی پُرامن مظاہرے اور گھیراؤ (Blockade) کے ذریعہ سے اہلِ تشیع نے زکوٰۃ آرڈیننس میں اپنے حق میں ترمیم کرنے پر حکومتِ وقت کو مجبور کر دیا تھا۔ اور حکومت بھی سول حکومت نہیں بلکہ مارشل کی حکومت کے گھٹنے ٹکوا دیئے تھے جسے کم و بیش وہ Divine Rights حاصل ہوتے ہیں جو کبھی مطلق بادشاہوں اور شہنشاہوں کو حاصل ہوتے تھے۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ — شہادت اور دیت کے مسائل پر مٹھی بھر خواتین کے مظاہروں اور احتجاج کے آگے اسی مارشل لا حکومت کو ہتھیار ڈالنے پڑے یا نہیں! اور یہ مسودہ قانون جس کو اسلامی نظریاتی کونسل نے تیار کیا تھا، سرد خانے میں ڈالا گیا یا نہیں — اور اب اہلِ تشیع کی طرف سے نفاذ کے لئے مظاہروں اور احتجاج کا معاملہ آ گیا ہے کہ نہیں! ابھی ایسے نہ معلوم کتنے معاملات آئیں گے۔ (مرتب)

جاتا ہے جس کو ایک سلیم الطبع شخص گوارا نہ کرے ۔ حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر ننگی پیٹھ لٹایا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی کمر کی چربی اور خون سے انگارے ٹھنڈے ہو گئے۔ لیکن کسی کو بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی ۔ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جس کا مقصد یَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ وہ جماعت منظم ہو ـــــ وہ جماعت Disciplined ہو۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا۔ اس جماعت کے کارکن تقویٰ، اسلام، اور اعتصام بالقرآن کی سیڑھیوں پر کسی نہ کسی درجہ میں قدم رکھ چکے ہوں۔ اس کا عزم مصمم کر چکے ہوں۔ وہ فقہی اختلاف میں الجھنے والے نہ ہوں ـــ وہ جماعت ایک امیر کے حکم پر حرکت کرتی ہو۔ رکنے کو کہا جائے تو رکیں اور بڑھنے کو کہا جائے تو بڑھیں۔ جب تک یہ شکل نہیں ہو گی۔ اسلامی نظام آنے کا امکان پیدا نہیں ہو گا ـــ

میں نے دو شکلیں بیان کی تھیں۔ پہلی یہ کہ حکومتِ وقت پسپائی اختیار کرے اور ہمارے مطالبات کو مان لے، منکرات ختم ہوں، ان کی جگہ معروفات لے لیں۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ہم منظم مظاہروں کے ذریعہ سے پوری شریعت نافذ کرا سکیں گے۔ چونکہ اربابِ اقتدار کو یہ اطمینان ہو گا کہ یہ جماعت اپنا اقتدار نہیں چاہتی بلکہ اس کا مقصود و مطلوب صرف اسلامی نظام ہے۔ چنانچہ انہی کے ہاتھوں اسلامی نظام قائم و نافذ ہو جائے گا اور فہوالمطلوب ۔ یا دوسری شکل یہ ہو گی کہ حکومت مزاحمت کرے اسے اپنی انا اور وقار کا مسئلہ بنا لے اور مسندِ اقتدار یا ایوانِ اقتدار کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہو جو چاہے زبانی کلامی اسلام کے اور اس کے نظامِ عدل و قسط کے بڑے قصیدہ گو اور مدح سرا ہوں لیکن جن کے قلوب حقیقی نورِ ایمان سے خالی ہوں تو وہ مزاحمت کریں گے ۔ تصادم ہو گا ۔ مظاہرین پر لاٹھی چارج ہو گا، گولیوں کی بوچھاڑ ہو گی ان کو جیلوں میں ٹھونسا جائے گا۔ قید و بند کی تکالیف ہوں گی حتیٰ کہ پھانسی کے پھندے گردنوں میں پڑیں گے ۔ ان سب کو اگر جماعت پُرامن طریق پر جھیل جائے ـــ وہ Violent نہ ہو یعنی وہ کوئی جوابی کارروائی نہ کرے ۔ نہ جماعت کا کوئی رکن معافی اور توبہ نامہ لکھ کر جیل سے یا پھانسی سے بچنے کی فکر کرے تو ان شاء اللہ پھر بھی دو نتیجے نکلیں گے ۔ یا تو وہ جماعت اس راہ میں قربان ہو جائے گی ۔ کچل دی جائے گی، تو آخرت کے اعتبار سے یہ بہت بڑی کامیابی ہے بلکہ اصل کامیابی یہی ہے : ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس جماعت کو اپنے ایثار و قربانی سے عوام الناس کی عملی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی ۔ وہ پوری طرح اس کا ساتھ دیں گے۔ اسی طرح پولیس اور فوج بھی تو ہمارے مسلمان بھائیوں پر مشتمل ہے ۔ آخر وہ بھی انسان

ہیں۔ ان کا دل ان شاء اللہ نرم پڑ جائے گا۔ ان کی عملی ہمدردیاں بھی اس جماعت کے ساتھ ہو جائیں گی۔ ایران کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ پہلے تو شہنشاہ کے حکم پر پولیس اور فوج نے نے مظالم اور تشدد کی حد کر دی۔ لیکن جب انقلابی جماعت کے ساتھ عوام الناس کی اکثریت بھی شامل ہو گئی تو فوج نے گولیاں برسانے اور پولیس نے لاٹھی چارج اور اشک آور گولوں کی بوچھاڑ سے انکار کر دیا۔ جب یہ صورتحال پیدا ہوئی، تب ہی تو شہنشاہ ایران جیسے جابر شخص کو جس نے اپنے گرد اگرد ایک قومی ہیرو کی حیثیت سے تقدس کا ہالہ بھی قائم کر رکھا تھا، اپنی جان بچا کر ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔ کم و بیش یہی صورتِ حال ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰؐ کی تحریک کے موقع پر پیش آئی۔ بھٹو صاحب نے لاہور اور کراچی میں جزوی مارشل لا نافذ کر دیا تھا۔ لیکن وہ وقت آیا کہ فوج نے مظاہرین پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ تحریک پُرامن بھی نہیں تھی۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے بھٹو صاحب جیسے ضدی شخص کو جھکنا پڑا اور وہ قومی اتحاد کے اکابر سے مصالحت کی گفتگو پر آمادہ ہو گئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی اور اس تصادم و کشمکش کا فائدہ کوئی دوسرا اٹھا گیا۔

ایسی جماعت کے لازماً وجود اور مقاصد کے لئے جہاں ہمیں اس آیت مبارکہ سے رہنمائی ملتی ہے کہ: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وہاں اس کے اصول و مبادی، اوصاف اور غرض و غایت کے لیے رہنمائی اس حدیث شریف سے ملتی ہے جو حضرت حارث الاشعریؓ سے مروی ہے جو میں آپ کو سنا چکا ہوں اس کی مختصر تشریح بھی کر چکا ہوں۔ حدیث اور اس کا ترجمہ پھر سن لیجئے چونکہ یہ حدیث اس دور کے لئے جب اسلامی نظام بالفعل کہیں قائم و نافذ نہ ہو ایک جماعت کی تشکیل، اس کے وجود، اس کے اوصاف اور اس کے مقاصد کے لئے بمنزلہ کلید ہے۔ حضرتِ حارث الاشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ "میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں: التزام جماعت کا، سمع و طاعت کا، اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کا" ـــ جماعت درکار ہے۔ افراد نہیں، ہجوم نہیں، ۳۵۸ نہیں اور جماعت ڈھیلی ڈھالی نہیں۔ چار آنے کی ممبری والی نہیں۔ صدروں کی ٹانگیں گھسیٹنے والی جماعت نہیں بلکہ سمع و طاعت والی جماعت جو دینی نظام ہے۔ اس جماعت کے سامنے مقاصد کیا ہوں گے! اللہ کی راہ میں "ہجرت" اور "جہاد" ـــ جنہوں

نے " روبرو" والا پروگرام دیکھا ہوگا۔ انہیں یاد ہوگا کہ ہمارے مولانا ہاشمی صاحب ہجرت کے لفظ کے بارے میں مجھ سے الجھتے رہے کہ اس کے معنی صرف " ترکِ وطن " ہے ۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ محترم ! میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں جس میں اس لفظ کو وسیع تر معنی اور مفہوم میں حضورؐ نے استعمال فرمایا ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا : اَیُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ " یا رسول اللہ بہترین اور اعلیٰ ہجرت کون سی ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : اَنْ تَهْجُرَ مَا کَرِهَ رَبُّكَ " ہر اُس چیز کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو پسند نہیں ہے "۔ میں نے یہ بھی عرض کیا کہ البتہ یہ نیت رکھنی ضروری ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے، اسے قائم کرنے کی جدوجہد کے لئے گھر بار، اہل وعیال، مال ومنال یہانتک کہ اپنے وطن کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دوں گا ۔ یہ نیت ہر مسلمان رکھے ۔ لیکن اگر آپ کی زندگی میں کوئی معصیت ہے اسے ترک کرنے کا فیصلہ کیجئے ۔ اسی لمحہ سے ہجرت کا عمل شروع ہو جائے گا ۔ مزید برآں عوام النّاس تو عوام النّاس ہمارے اکثر اہلِ علم بھی اس مغالطہ میں ہیں کہ جہاد کے معنی جنگ کے ہیں ۔ حالانکہ یہ بھی ہمارے دین کی بڑی وسیع المعانی اور مفاہیم رکھنے والی اصطلاح ہے ۔ حضورؐ سے پوچھا گیا : اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ تو آپؐ نے فرمایا : اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ ۔ " کہ تم اپنے نفس سے جہاد کرو اور اسے اللہ کا مطیع بناؤ "۔ ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے : اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ ۔ " حقیقی مجاہد تو وہ ہے جو اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کے خلاف کشمکش کرے "۔ تو جہاد یہاں سے شروع ہوجاتا ہے ۔ اس کے ساتھ اسی جہاد کے اگلے مراحل ہیں غیر اسلامی نظریات، منکرات اور غیر اسلامی نظام کے خلاف کشمکش اور پنجہ آزمائی — اسی جہاد کی بلند ترین چوٹی ہے 'قتال فی سبیل اللہ'۔ لہٰذا دل میں یہ نیت رکھنی ضروری ہے کہ اے اللہ ! وہ وقت آئے کہ صرف تیرے دین کے غلبہ کے لئے تیرے کلمہ کی سربلندی کے لئے میری گردن کٹے ۔ اس لئے کہ اگر یہ آرزو سینہ میں موجود نہیں ہے تو وہ ایک مومن کا سینہ نہیں ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کی ، نہ جنگ کی آرزو اپنے سینہ میں رکھی ، نہ شہادت کی تمنا اپنے سینہ میں رکھی تو اگر اس حالت میں اسے موت آگئی : فَقَدْ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ

لے یہ پروگرام کیسٹ سے منتقل کر کے " میثاق " کے جولائی ۸۵ کے شمارہ میں شائع کیا جاچکا ہے ۔ وہاں مطالعہ کیا جاسکتا ہے ۔ (مرتب)